سید ضمیر جعفری کی ظریفانہ شاعری......سیاسی وسماجی تناظر میں

عارف صدیق

Arif Siddique

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

University of Sargodha, Sargodha.

عبدالعزیز ملک

Abdul Aziz Malik

Lecturer, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

"Syed Zamir Jafri is a renowned Urdu comic Poet. Who has portrayed the colors of his era in his Poetry. He has converted the Socio-Political trends and Social inequalities into the subjects of comic Poetry. This article is an attempt to depict the Political consciousness of Jafri in his poetic works."

اردو زبان وادب کو تخلیقی حوالے سے وسیع اور قابل قدر سرمایہ فراہم کرنے میں عسا کر پاکستان کی جن نامور شخصیات نے حصہ لیا ان میں ایک اہم نام سید ضمیر جعفری کا ہے۔اردو کی ظریفانہ شاعری میں سیّد ضمیر جعفری کا نام ایک روایت ساز ظریف شاعر کے طور پر موجود ہے۔سید ضمیر جعفری کی تاریخ پیدائش کے حوالے سے مختلف محققین کی مختلف آراء ملتی ہیں۔زیادہ قرینِ قیاس تاریخ پیدائش یکم جنوری ۱۹۱۶ء ہے۔(۱) ڈاکٹر عابد سیال ان کی جائے پیدائش کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سید ضمیر جعفری کا مقامِ ولادت چک عبدالخالق ہے جو جہلم سے چودہ میل کی مسافت پر ہے۔منگلا اور دینہ کی وادی میں واقع ایک گاؤں ہے۔'' (۲)

سید ضمیر جعفری پیشے کے اعتبار سے پاک فوج میں میجر کے عہدے پر فائز رہے۔شعر گوئی اور خاص طور پر طنزیہ وظریفانہ شاعری کے حوالے سے انھوں نے خاص موزوں طبیعت پائی تھی۔ان کی طنزیہ وظریفانہ شاعری کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ اپنے عہد کے سیاسی وسماجی معاملات پر ان کی گہری نظر تھی۔انھوں نے جو تخلیقی سرمایہ اردو ادب میں چھوڑا،اس تمام کو یک جا کر کے ''نشاطِ تماشا'' کے نام سے کلیات کی شکل میں سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور نے ۲۰۱۴ء میں شائع کیا ہے۔

انھوں نے بدلتے ہوئے سیاسی وسماجی رجحانات اور معاشرتی ناہمواریوں سے اپنے مزاح کے عناصر کشید کیے ہیں یہی وجہ ہے کہ موضوعاتی حوالے سے ان کے ہاں خاصا تنوع ملتا ہے۔وہ معاشرے اور سیاست سے گہرا ربط رکھتے تھے۔فوج میں

ملازم تھے ،فوج میں چوں کہ ہر قوم اور ہر قبیلے کے افراد سے براہ راست تعلق پیدا ہونے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔اس لیے وہ معاشرے کے تمام طبقات کی نفسیات سے بھی بہ خوبی آگاہ تھے۔فوج میں رہتے ہوئے انھیں ملکی معاملات اور ملکی سیاست کے اسرار و رموز کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا یوں ان کا سیاسی شعور عروج کی طرف گامزن رہا۔

سید ضمیر جعفری کی ظریفانہ شاعری کے فکری و موضوعاتی مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ انھوں نے سماج کا گہرا مشاہدہ ظریفانہ انداز میں اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ظریف شعرا کی روایت میں انھیں سرخیل کی حیثیت حاصل ہے۔اس بارے میں پروفیسر ڈاکٹر شوکت اللہ خان جوہر لکھتے ہیں:

> ''اگر سید ضمیر جعفری کو عصرِ حاضر کے ظرافت نگاروں کا سرخیل کہا جائے تو قریبِ حقیقت ہو گا۔سید ضمیر جعفری نے اپنے ماحول کے ان گنت معاشرتی، سماجی، اخلاقی اور سیاسی مسائل پر اپنے مخصوص انداز میں تبصرہ کیا ہے۔یہ ایسا تبصرہ ہے جو مکمل حقائق کو سمجھے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔''(۳)

سید ضمیر جعفری نہ صرف حقائق سے آگاہ تھے بل کہ حقائق کا تجزیہ کرنے میں بھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔وہ ان امور اور اسرار سے آگاہ تھے جو سماج میں تبدیلی لانے یا ہلچل پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔انھوں نے ظریفانہ شاعری میں روزمرہ کے معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی حالات کی کامیاب منظر کشی کرنے کے ساتھ ملکی اور قومی ثقافت خاص طور پر رسم و رواج، مذہبی تہواروں اور دیگر رسومات کی کامیابی سے تصویر کشی کی ہے۔ان کی ظریفانہ شاعری نہ صرف ان رسوم و رواج کی ترجمانی کرتی ہے بل کہ انھوں نے ان مواقع پر پائی جانے والی ناہمواریوں پر بھی کھل کر طنز کے نشتر چلاتے ہیں اور اصلاح کی ترغیب دی ہے۔

سید ضمیر جعفری کا سیاسی اور سماجی مطالعہ خاصا وسیع ہے۔سماجی حوالے سے انھوں نے سماج میں پھیلی ہوئی دیمک کی طرح چاٹنے والی برائیوں مثلاً جھوٹ، رشوت، منافقت، کم تولنا اور ملاوٹ پر خاصی چوٹیں کی ہیں۔سید ضمیر جعفری اسلاف کی روشن روایات سے نہ صرف آگاہ تھے بل کہ وہ ان کے بارے میں خاصا گہرا شعور بھی رکھتے تھے۔وہ سماجی رسوم و رواج کی ادائیگی اور ان مواقع پر سامنے آنے والی خرافات کو دیکھتے، جانچتے اور ماضی کی عظیم روایات سے ان کا موازنہ کر کے ظریفانہ انداز میں ان میں پائی جانے والی ناہمواریوں سے آگاہ کرتے ہیں

سید ضمیر جعفری کی شاعری کے عروج کا زمانہ بیسویں صدی کے وسط کا زمانہ ہے۔اس دور کی سماجی اور سیاسی صورت حال کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس دور میں سیاست اور سماج دونوں میں خاصی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ برصغیر کا دو آزاد مملکتوں میں تقسیم ہو جانا ایک ایسا واقعہ تھا جس نے ایک طرف تو اس خطے کے لوگوں کو غیر ملکی استعمار کاروں سے نجات دلائی تھی تو دوسری طرف دو قومی نظریے کی بنیاد برصغیر کے لوگوں کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔اس تقسیم کو ہندوستان کی شاطر اشرافیہ نے کسی صورت دل سے قبول نہ کیا کیوں کہ وہ بلا شرکتِ غیرے اس پورے خطے پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہے تھے جو تعبیر سے پہلے ہی ٹوٹنے لگے تھے۔ایسی صورت حال نے انھوں نے پاکستان اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے اور کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ہجرت کے وقت کی لوٹ مار اور عصمت دری کے واقعات اس امر کے گواہ ہیں۔

ہجرت کے حوالے سے دیکھا جائے تو قیام پاکستان کے بعد ہونے والی ہجرت نے سماجی سطح پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ایک طرف لٹے پٹے مہاجرین قافلوں کی صورت میں اس وطن عزیز کو پناہ گاہ تصور کرتے ہوئے ادھر آرہے تھے تو دوسری

طرف مفاد پرست ٹولہ اس اذیت کے دور میں بھی اپنے مفادات کے حصول کے لیے سرگرم تھا۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین میں سے بہت سے ایسے تھے جو وہاں اپنا مال ومتاع، کاروبار اور جائدادیں چھوڑ کر آئے تھے۔ قانون کے مطابق ایسے لوگوں کو یہاں ہندوؤں اور سکھوں کی متروکہ املاک میں سے حصہ ملنا تھا لیکن یہاں بھی مفاد پرست لوگوں نے جعلی کلیم داخل کروا کے ان مہاجرین کا خوب استحصال کیا اور جائیدادیں ہتھیا لیں۔ اس سماجی ابتری کی عکاسی سید ضمیر جعفری نے ایک نظم میں یوں کی ہے:

ہر سمت ہے بلند صدائے الاٹمنٹ
ہائے الاٹمنٹ تو وائے الاٹمنٹ
دنیا ہے اور دین ولائے الاٹمنٹ
اب لوگ جی رہے ہیں برائے الاٹمنٹ
بندوں کا اب خدا ہے خدائے الاٹمنٹ
چکی ملے ، مشین ملے، بادباں ملے
پانی ملے ، زمین ملے ، آسماں ملے
کچھ تو میری جناب ملے ، مہرباں ملے
ہر چند کہ حق نہیں مگر پھر بھی ہاں ملے
یعنی الاٹمنٹ برائے الاٹمنٹ(۴)

جعلی الاٹمنٹ کے اس دھندے نے اس ملک کی ابتدا سے ہی غریب کے استحصال کی بنیاد ڈال دی۔ سیاسی اور سماجی حوالے سے مضبوط لوگوں نے اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان لٹے پٹے مہاجرین کا استحصال کر کے خود کو مالی حوالے سے مزید مضبوط کر لیا۔ سید ضمیر جعفری نے اس نظم میں طنزیہ انداز میں اس منفی سماجی رویے کی عکاسی کی ہے۔

سید ضمیر جعفری کی ظریفانہ شاعری میں سماج میں رواج پانے والے ان بہت سے منفی سماجی رویوں پر طنز ملتا ہے جو کاہلی اور سستی کے سبب پیدا ہو رہے ہیں اور سماج کو ابتری کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ کام چوری اور غفلت ایسے ہی رویے ہیں جن میں طاقت اور استطاعت ہونے کے باوجود لوگ کاہلی کا شکار ہو کر اپنے فرائض سے روگردانی اختیار کرتے چلے جاتے ہیں اور نتیجہ ناکامی کی صورت میں نکلتا ہے۔ سید ضمیر جعفری اس سماجی المیے کو یوں طنز کا نشانہ بناتے ہیں:

جہاں کی تیز رفتاری کو روکا تو ہے کچھ ہم نے
ہمیں جو آج کرنا ہے وہ اگلے سال کرتے ہیں(۵)

روزگار کی فراہمی ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ انسان کو اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے کسی نہ کسی روزگار سے وابستہ ہونا پڑتا ہے۔ روزگار کے مواقع جس قدر زیادہ ہوں گے اسی قدر ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا اور اس ملک کے باشندوں کے معیارِ زندگی میں بہتری آئے گی۔ روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرنے کے لیے بنیادی شرط ملکی وسائل کا بہتر استعمال ہے۔ ملکی بجٹ بناتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ ملک میں روزگار کے مواقع کس قدر چاہییں اور ان

کے لیے کتنا سرمایہ درکار ہے۔ بجائے روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرنے کے ملکی وسائل جو جن غلط کاموں میں جھونک دیا جاتا ہے سید ضمیر جعفری کی شاعری میں اس پر بھی خاصا طنز ملتا ہے۔ سید ضمیر جعفری اس صورت حال پہ ارباب اقتدار کے رویوں کی یوں عکاسی کرتے ہیں:

بجٹ میں کم سے کم رکھوں گا خرچہ کارخانوں کا
مگر تھمنے نہ دوں گا غلغلہ فلمی ترانوں کا(۶)

یہ صورت حال صرف اقتدار کے ایوانوں میں ہی نہیں بل کہ اگر گہری نظر سے سماج کا مشاہدہ کیا جائے تو سماج کے اکثر گھروں میں بھی یہی صورت حال ہے۔ اس کی عام مثالیں شادی بیاہ کی رسومات اور خاص طور پر جہیز کی صورت میں ملتی ہیں کہ اکثر لوگ محض دکھلاوے اور نمود و نمائش کی خاطر اپنی اہم ضروریات کی بجائے فضولیات میں اپنی جمع پونجی ضائع کر دیتے ہیں اور پھر محتاج ہو کر مقروض ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ ترجیحات کا درست تعین نہ کرنا ہے۔ ملکی بجٹ ہو یا گھریلو، جب تک اس کی تشکیل میں ترجیحات کا تعین درست خطوط پر نہ کیا جائے اس میں مالی مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

سید ضمیر جعفری کی فکر کو جلا بخشنے میں اس وقت کے ملکی اور عالمی حالات کا بھی خاصا عمل دخل ہے۔ ان کے دور میں دنیا میں دو بڑے گروہ سامنے آ چکے تھے جن کے نظریات ایک دوسرے سے خاصے متصادم تھے۔ ایک گروہ کمیونسٹ تھا اور دوسرا سرمایہ دار۔ کمیونسٹ گروہ کی قیادت روس کے ذمہ تھی اور سرمایہ دار گروہ امریکہ کا ہمنوا تھا۔ سید ضمیر جعفری چوں کہ خود فوجی تھے، سیاسی امور اور عالمی حالات پر ان کی گہری نظر تھی، اس لیے انھوں نے ان دونوں گروہوں کے غیر ضروری اور منفی نظریات جو کہ عالمی امن اور خاص طور پر مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔ ان کو اپنی ظریفانہ شاعری میں خاص طور پر طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ اُن کی ایک غزل کے یہ اشعار انھی تباہ کن نظاموں پر طنز کرتے ہیں اور حالات کے خطرات سے آگاہ کرتے ہیں:

منحصر اس بات پر ہے فیصلہ اقدار کا
مانگ، دیکھی جائے گی یا مال دیکھا جائے گا
روس و امریکا کی نیت غیر مبہم ہے مگر
مچھلیوں سے مانجھیوں کا جال دیکھا جائے گا(۷)

اور پھر اسی سرمایہ داری نظام نے جب سماجی رویوں کو بدل ڈالا، وقت کی رفتار بڑھ گئی، پیسہ اور مال مطمحِ نظر ٹھہرے تو فرصت کے لمحات کم سے کم ہوتے چلے گئے۔ انسانی زندگی گھن چکر بنتی چلی گئی:

کھیت سے اُگتی تھی جو، اب وہ کھلی فرصت کہاں
اب تو گھر گھر وقت کا گھڑیال دیکھا جائے گا(۸)

امریکہ اور روس جو ان دو گروہوں کے سربراہوں کی حیثیت رکھتے تھے اور انسان کی فلاح کے نام پر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے سرگرمِ عمل تھے۔ ان کی حیثیت ایسی ہی تھی کہ انسان اور انسانیت کی فلاح کا لبادہ اوڑھے یہ طاقتیں اندر سے سماجی اور اخلاقی حوالوں سے کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ ان کی اصلیت اور ان کے کھوکھلے پن پر بھی سید ضمیر جعفری نے طنز کے نشتر چلائے ہیں۔ انھوں نے فوجی زندگی میں انقلاب اور احتساب کی حقیقت کو خوب جانا تھا ان کے خیال میں عزت و مرتبہ اور قیادت

کے لیے احتساب و انقلاب بنیادی ضرورت ہیں، ان کے بغیر پائیدار امن اور مستقل بنیادوں پر قیادت کا تصور محال ہے۔ اس لیے وہ روس و امریکا کی اتباع کے خلاف ہیں کہ ان نام نہاد قائدین کا اپنا اندر کھوکھلا پن کا شکار ہے:

کیسے کروں میں اتبّاع امریکا اور روس کا
یہ انقلاب کے بغیر ، وہ احتساب کے بغیر(۹)

سیاسی حوالے سے دیکھا جائے تو سید ضمیر جعفری کے ہاں موضوعات کی خاصی رنگا رنگی ملتی ہے۔ انھوں نے اپنے دور کے سیاسی صورت حال کے کامیاب تجزیے پیش کیے ہیں ان کی شاعری میں ان کے عہد کا سیاسی منظر نامہ جھلکتا نظر آتا ہے۔ جمہوریت کے نام پر بار بار حکومتوں کا بدلنا اس ملک کا وتیرہ بن چکا ہے۔ ضمیر جعفری نے بھی اپنے عہد میں جمہوریت اور مارشل لا کی آنکھ مچولی دیکھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جمہوریت کی ابتر صورت حال سے بھی خاصے واقف تھے۔ جمہوریت کی اصل روح سے منافی سرگرمیاں جب جمہوری حکومتوں میں پروان چڑھنے لگیں تو پھر وہ حکومتیں جمہوریت کے نام پر دھبہ بن جاتی ہیں۔ سید ضمیر جعفری کو بھی اپنے عہد کے جمہوری منظر نامے پر اس طرح کے بہت سے دھبے نظر آئے جو ان کی سیاسی فکر اور سیاسی بالیدگی سے ان کی شاعری میں نمایاں ہوتے چلے گئے۔ ان کی ایک مختصر نظم ''جمہوریت کی گاڑی'' ایسی ہی صورت حال سے آگاہ کرتی ہے:

پیچھے اُجاڑ ملبا آزاد حسرتوں کا
جمہوریت کی کھیتی آگے لہک رہی ہے
اس حال میں ہے گزرا اب تک سفر ہمارا
گاڑی گزر گئی ہے ، پٹڑی چمک رہی ہے(۱۰)

سید ضمیر جعفری جمہوریت کی ابتر صورت حال کا ذمہ داراُن سیاستدانوں کو گردانتے ہیں جو سیاست کے نام سے بھی واقف تک نہیں لیکن اسمبلیوں اور وزارتوں پر متمکن ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو سماج میں اپنے اثر ورسوخ اور گہرے روابط کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ملکی سیاست پر قابض ہیں۔ سید ضمیر جعفری ایسے لوگوں کے مزاج سے خاصی واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ اس بات کو بہ خوبی جانتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔ سیاسی فہم وبصیرت سے یہ لوگ آشنا نہیں دوسری اہم خرابی ان میں یہ ہے کہ یہ سماج اور جمہوری نظام کو سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے اور اسمبلی میں جو بھی بل پیش کیا جاتا ہے۔ یہ نام نہاد جمہوریت کے کارندے بن سوچے سمجھے اس پر رائے زنی کرتے چلے جاتے ہیں۔ جب کہ اس بل کی حقیقت تک سے انھیں آشنائی نہیں ہوتی۔ ایک ''شریعت بل اور سیاست'' پر ایسے ہی سیاستدانوں کی بحث کی مثال یوں دیتے ہیں:

پارٹی لائن اور سیاست میں
اس جسارت کی انتہا کیا ہے؟
کر رہے ہیں وہ رِبا پہ تقریریں
جو نہیں جانتے رِبا کیا ہے؟(۱۱)

جہالت، لاعلمی اور خود کو نمایاں کرنے کے ایسے فضول حربے ہی وہ ناسور ہیں جو ہماری سیاسی صورت حال کو حقیقت اور عوام کے حقیقی مسائل سے بہت دور لیے جا رہے ہیں۔ سید ضمیر جعفری نے جس دور میں شاعری کی اور سیاسی موضوعات کو شاعری

میں بیان کیا اس دور کا موازنہ آج کی سیاسی صورت حال سے کیا جائے تو صورت حال انتہائی گھمبیر نظر آتی ہے۔ اس وقت سیاسی اور جمہوری ابتری کا جو بیان ان کی شاعری میں ملتا ہے۔ موجودہ عہد کی سیاسی اور جمہوری صورت حال اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ آج بھی نااہل اور سیاست سے لاعلم لوگ محض اپنے سماجی اثر ورسوخ اور سماجی برتری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سیاست میں آتے ہیں۔ سیاست میں آنے کے بعد پھر عام آدمی کے اصل مسائل کے ساتھ جمہوریت کی اصل روح سے بھی لاعلم ثابت ہوتے ہیں۔ سید ضمیر جعفری اس صورت حال سے خاصے رنجیدہ تھے۔ انھوں نے ظریفانہ انداز میں ایسے رویوں کی حوصلہ شکنی کی ہے۔

سیاست میں ایک منفی رجحان جو ہر دور کی سیاست میں کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے ووٹوں کی خرید وفروخت کا رجحان ہے۔ اسمبلیوں کے امیدوار الیکشن کے دنوں میں ووٹروں کی خوب آؤ بھگت کرتے ہیں۔ وہ پیسے اور اثر ورسوخ کا خوب استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ ووٹروں کو ہر طرح کے لالچ دیتے اور سبز باغ دکھاتے نظر آتے ہیں لیکن کامیابی کے بعد عوام سے منہ موڑ لیتے ہیں اور ممبری سے بڑھ کر وزارتوں کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ یہاں ایک بار پھر پیسہ بہایا جاتا ہے اور پیسے کے ذریعے وزارت خریدی جاتی ہے۔ جب اس طرح وزارت حاصل ہو تو پھر بدعنوانی کا فروغ پانا یقینی ہوتا ہے۔ کروڑوں میں وزارت خریدنے والا اربوں پورے کرنے کے چکر میں اپنے ماتحت محکموں اور ملازمین کو بدعنوانی کی طرف دھکیلتا ہے، یوں بدعنوانی کی جڑیں معاشرے میں گہری ہی ہوتی چلی جاتی ہیں۔

ملک سے بدعنوانی اور اقربا پروری کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ الیکشن کے دوران میں ووٹروں کو بغیر کسی لالچ کے فکری آزادی کے ساتھ رائے حق دہی استعمال کرنے دیا جائے اور ممبران کی کامیابی کے بعد وزارتوں کی تقسیم اہلیت کی بنیاد پر کی جائے لیکن موجودہ نام نہاد جمہوری نظام میں اس امر کا تصور بھی محال نظر آتا ہے۔ سید ضمیر جعفری اس طرزِ عمل پر کھلے الفاظ میں چوٹ کرتے ہیں:

الیکشن سے ہو تطہیرِ سیاست
یہ کوشش بھی اکارت ہو چلی ہے
نہ کیوں بک جائیں 'ووٹر اور ممبر'
وزارت ہی تجارت ہو چلی ہے(۱۲)

الیکشن کے دنوں میں ووٹروں کی خاطر مدارت ملاحظہ ہو:

ریڑھوں کے رہ گزار پہ بھاگی ہیں موٹریں
دیہات کے کرخت نشیب و فراز میں
رفتار کہہ رہی ہے کہ اگلے چناؤ میں
ووٹر سفر کریں گے ہوائی جہاز میں(۱۳)

جب انتخابات کی صورت حال یہ ہو کہ پہلے روز ہی ہر امیدوار ووٹروں کو فکری آزادی دینے کی بجائے رشوت اور لالچ کے ذریعے اپنی کامیابی کی راہ ہموار کرتا نظر آئے تو پھر ایسے انتخابات سے حقیقی جمہوریت کا تصور ہی ممکن نہیں:

وہ نہ دوڑے گا کبھی جمہوریت کے خون میں
جس الیکشن میں بکیں گی پرچیاں پرچون میں(۱۴)

ملکی سیاست پیسے کا کھیل بن کر رہ گئی ہے۔غریب اور مزدور خواہ اس کے دل میں اس وطن کی خدمت کا کتنا ہی جذبہ موجزن کیوں نہ ہو اور خواہ اس کے پاس اس وطن اور وطن کے باشندوں کی فلاح کے کتنے ہی پروگرام کیوں نہ ہو پیسے کے بغیر اسمبلی تک پہنچنا اس کے لیے اب ناممکن بن چکا ہے۔اس صورت حال نے پاکستان کو بہت پیچھے دھکیل دیا ہے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اقتدار کے ایوانوں تک پہنچ کر اپنی صلاحیتوں سے اس ملک کی ترقی کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں لیکن پیسے کا نہ ہونا ان کے راستے کی بہت بڑی دیوار بن چکا ہے۔ان کی صلاحیتیں یا تو ضائع ہو رہی ہیں یا کسی بیرونِ ملک یا بیرونِ ملک کی کسی کمپنی کی نذر ہو رہی ہیں اور وہ وطن جو ان صلاحیتوں کا اصل حق دار تھا وہ ان سے محروم ہو رہا ہے۔اہل اور قابل لوگوں کے وطن کے انتظامی امور سے دور ہونے کی وجہ وہ سرمایہ دار اور امیر طبقہ ہے جو سیاست اور اقتدار کے ایوانوں پر قابض ہے۔سیاست میں پیسے کے کھیل کا تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ظفر عالم ظفری لکھتے ہیں:

> ''پاکستان کی سیاست اور لیڈری پیسے والے کا کھیل ہے بن پیسے سیاست کے میدان میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا یہی سبب ہے کہ پاکستان وسائل کے باوجود ترقی نہیں کر سکا۔اسمبلیوں اور ایوانوں میں بڑے بڑے جہلا لیڈری کا تاج پہنے قوم کی تقدیر سے کھیلتے رہے۔صاحب علم وفضل خود ی بلند کر رہے ہیں اور دولت والے رفعتیں پا رہے ہیں۔ضمیر جعفری نے سیاست کا یہ تماشا خوب دیکھا اور مستقبل کے لیے فکاہات کی صورت میں تاریخ رقم کر گئے۔''(۱۵)

سید ضمیر جعفری ایک مخلص، محبِّ وطن اور قوم کا درد رکھنے والے انسان تھے۔ وہ معاشرے میں پھیلی ناہمواریوں کو اصلاح کی نظر سے طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔انور مسعود لکھتے ہیں:

> ''اپنی ملت کے ساتھ بھی ان کا رابطہ بڑا محکم اور استوار ہے۔موجودہ دور میں مسلمانوں کی زبوں حالی، باہمی نفاق، تعلیمی پسماندگی، سیاسی ابتری اور زندگی گریز رجحانات دیکھ کر ان کا دل شدت سے کڑھتا ہے۔''(۱۶)

سید ضمیر جعفری کے کلام کا سیاسی حوالے سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سیاسی واقعات سے نہ صرف ان کو گہری آگاہی حاصل تھی بل کہ وہ ان موضوعات کو ظریفانہ انداز میں بیان کرتے وقت اپنے خاص اور منفرد اسلوب کو بھی استعمال کرتے ہیں۔سید ضمیر جعفری کا اسلوب اُن کی انفرادیت کی پہچان ہے۔اُن کے ہاں موضوعاتی وسعت اور اسلوب کی انفرادیت کے بارے میں ڈاکٹر عرفان اللہ خٹک لکھتے ہیں:

> ''اُردو ادب میں ان جیسے ہمہ جہت ادیب انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔آپ کی شاعری زندگی کے تجربات کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔آپ کی شاعری اور نثر پڑھ کر زندگی میں خوشی اور اُمید کی لہر دوڑ جاتی ہے۔آپ نظم ونثر میں اپنی انفرادیت میں اپنے رنگ کے واحد موجد ہیں آپ کا اپنا رنگ اور اپنا آہنگ ہے۔..........وہ بلاشبہ اُردو کے صاحبِ اسلوب تخلیق کار ہیں۔اُن کا ادبی سرمایہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگا اور ہر دور کا نقاد و محقق اس میں نئی نئی دنیائیں پائے گا۔''(۱۷)

مجموعی طور پر سید ضمیر جعفری کہ کلام میں ان کا سیاسی شعور اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ وہ نہ صرف علاقائی و ملکی سیاست سے آگاہ تھے بل کہ عالمی سیاسی منظر نامے پر بھی اُن کی گہری نظر تھی اور وہ عالمی سیاست کے رمز شناس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر معاشرتی ناہمواریوں کے ساتھ ساتھ سیاسی چال بازیوں کو بھی اُنھوں نے اپنے کلام میں ظریفانہ انداز میں بیان کر کے سیاسی ناہمواریوں کی نشاندہی کی ہے۔ اُن کا سیاسی شعور اُنھیں زیرک اور دور بین تخلیق کاروں میں منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ وہ نہ صرف سیاسی اسرار و رموز سے واقف تھے بل کہ سیاست اور جمہوریت کے نام پر عوام کو لوٹنے والوں پر بھی اُن کی گہری نظر تھی، اس کا برملا اظہار اُن کی ظریفانہ شاعری میں ملتا ہے، جو اُن کی شاعری کو دوام بخشنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ یہ تاریخ پیدائش ان کے تعلیمی ریکارڈ میں بھی ہے ان کی کتاب نشاطِ تماشا، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۴ء کے بیک فلیپ پر ''تعارفیہ'' کے عنوان سے ان کے احوال میں بھی یہی درج ہے۔

۲۔ عابد سیال، ڈاکٹر، ضمیر زندہ سید ضمیر جعفری، سید ضمیر جعفری فاؤنڈیشن، ۲۰۱۱ء، ص:۲۶۷

۳۔ شوکت اللہ خان جوہر، پروفیسر، ڈاکٹر، اردو شاعری میں ظرافت نگاری، کراچی: الفاظ اکادمی، ۲۰۱۶ء، ص:۵۲۷

۴۔ ضمیر جعفری، سید، نشاطِ تماشا، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۲۳

۵۔ ایضاً، ص:۱۳

۶۔ ایضاً، ص:۲

۷۔ ایضاً، ص:۲۲۳

۸۔ ایضاً، ص:۲۲۳

۹۔ ایضاً، ص:۲۲۶

۱۰۔ ایضاً، ص:۹۰۰

۱۱۔ ایضاً، ص:۸۹۳

۱۲۔ ایضاً، ص:۸۷۵

۱۳۔ ایضاً، ص:۸۷۵

۱۴۔ ایضاً، ص:۸۷۸

۱۵۔ ظفر عالم ظفری، ڈاکٹر، زندہ شاعر۔ سید ضمیر جعفری، مشمولہ: طنز و مزاح کے تنقیدی افق، مرتبہ: ڈاکٹر شاہد حسن رضوی، بہاول پور: اُردو اکیڈمی، ۲۰۰۱ء، ص:۲۲۱

۱۶۔ انور مسعود، شاخِ تبسم، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص:۸۵

۱۷۔ عرفان اللہ خٹک، ڈاکٹر، سید ضمیر جعفری شخصیت اور فن، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، اشاعت اول، ۲۰۱۷ء، ص:۱۸۴

☆......☆......☆